جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

سید عمر تلمسانیؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

زنداں میں تو مجھ کو ڈال دیا اے صاحبِ زنداں تو نے مگر
پرواز جو میری روک سکے ایسی بھی کوئی دیوار اٹھا

”قید خانے میں اخوان کے ساتھیوں میں سے مجھ پر سب سے کم تشدد ہوا... مجھے جیل کے سیل نمبر 24 میں بند کیا گیا تھوڑی دیر بعد جیل کا نائی میرے بال کاٹنے کے لیے آیا۔ میں نے اپنا سر اس کے سامنے کر دیا کہ وہ اپنا کام کرے مگر اس اللہ کے بندے نے میری گدّی پر ایک دھول رسید کی اور کہا، ”کتے کے بچے! نیچے زمین پر بیٹھ جا!“ جب وہ میرا سر مونڈ چکا تو میں نے دیکھا کہ جیل کے افسران ایک لمبا موٹا اور نہایت گندا رسّا لے کر میری کوٹھری میں آ گئے اور مجھے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ میری رانوں سے لے کر سینے تک وہ رسّا میرے جسم کے گرد لپیٹا گیا اور مضبوط گانٹھیں لگا دی گئیں پھر مجھے ایک کرسی پر کھڑا کیا گیا اور رسّے کا ایک سرا چھت کے ساتھ کھونٹی سے باندھ کر کرسی میرے نیچے سے کھینچ لی گئی۔ میں چھت اور زمین کے درمیان رسّے سے بندھا ہوا لٹکنے لگا۔ مجھ پر نہایت گندی اور غلیظ گالیوں اور کوڑوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ درد سے میرا برا حال تھا لیکن میں نے آہ بھی نہ کی کیونکہ ان درندوں کو میری چیخ و پکار سے لطف آتا تھا اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھ پر ہنسیں۔ جب میرا جسم سُن ہو گیا تو انھوں نے ایک مقام پر کوڑے مارنے شروع کر دیے۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک جگہ کوڑے برسانے کے بجائے جسم کے مختلف حصوں پر کوڑے برسائیں۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔[۲۹]“

(سید عمر تلمسانی)

سید عمر تلمسانی

پیدائش اور بچپن: سید عمر تلمسانی 4 نومبر 1904 کو قاہرہ کے علاقہ غوریہ کے خوش قدم محلہ میں پیدا ہوئے۔ بستی کے ہی ایک مدرسہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ شروع ہی سے علم اور مطالعے سے شغف رہا۔ باقاعدہ حفظ کرنے لگے۔ بچپن سے ہی طبعاً خاموش مزاج، سنجیدہ، متین اور غور وفکر میں ڈوبے رہنے والے تھے۔ پورا بچپن انھوں نے اپنے والد کی 'سخت اور دقیق' نگرانی میں گزارا جس کے فوائد وثمرات انھیں مستقبل میں صاف دکھائی دیے۔ ادب اور کھیلوں سے بھی کافی دلچسپی رہی۔ ان کا شمار اپنی کلاس کے ذہین ترین طلبہ میں ہوتا تھا۔ تعلیمی کریئر میں اساتذہ کے چہیتے رہے۔ جنگ عظیم اول کے دوران اخبارات کا کثرت سے مطالعہ شروع کیا، ملک و دنیا سے واقف رہنے کی یہ عادت عمر بھر قائم رہی۔ ظلم و بربریت کے خلاف آوازِ حق بلند کرنے کا جذبہ بھی شروع سے بیدار تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ثانوی تعلیم کے دوران جب معائنے کے لیے آئے ہوئے ایک افسر نے ان کے ساتھی طالب علم کے ساتھ بدسلوکی کی تو عمر تلمسانی نے کھڑے ہوکر اس کی مخالفت کی، یہاں تک کہ اس رویے کی وجہ سے انھیں وہ اسکول چھوڑنا پڑا۔

آپ خوش پوش تھے۔ جوانی میں اپنے چمکتے ہوئے بوٹ، اجلی شرٹ اور پتلون کی تیکھی کریز کے لیے مشہور تھے۔ بی اے (آرٹس) کا امتحان 1924 میں پاس کیا۔ 1930 میں، تقریباً بیس سال کی عمر میں، والد کے ایماء پر اپنا گھر بسالیا۔ بعد کے دنوں میں وہ اپنی مثالی شریک حیات کو اکثر یاد کرتے تھے، جس نے زندگی کے اہم اور خطرناک مرحلوں پر عمر تلمسانی کا ساتھ بخوبی نبھا کر رفاقت کا حق ادا کیا تھا۔

تحریک سے وابستگی: 1924 میں عمر تلمسانی نے لاء کالج میں داخلہ لیا۔ ابھی وہ یونیورسٹی

ہی میں تھے کہ سیاست سے گہری دلچسپی لینے لگے۔ وہ شروع میں وفد پارٹی کے حامی تھے۔ 1931 میں لاء کالج سے سند فراغت حاصل کی۔ 1933 میں شبین القناطر میں اپنی آفس کھول لی۔ ان کی دیانت داری ضرب المثل تھی۔ وہ چھان پھٹک کے بعد ہی کوئی کیس لیتے چاہے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ وہ دینی کتب کا مطالعہ خوب ذوق وشوق سے کرتے تھے۔ 1933 میں چند اخوان کی کوششوں سے وہ مرشد عام حسن البنا سے ملے تو پھر انہی کے ہو کر رہ گئے۔ اخوان کے امیدوار کے طور پر انھوں نے کئی دفعہ انتخابات میں حصہ لیا۔ مگر ہر بار ناکام رہے، انتخاب لڑنے کے 'گروں' سے نابلد جو تھے۔

عمر تلمسانی گو ایک پیشہ ور صحافی نہ تھے، مگر ان کے قلم میں سوز وگداز تھا۔ ان کے قلم سے شہیدِ محراب عمر بن خطابؓ؛ موجودہ اسلامی بحران سے نجات؛ اسلام اور دینی حکومت؛ اسلام اور حیات؛ دین اور سیاست کے بارے میں کچھ خیالات؛ عورت کے بارے میں اسلام کا بلند نظریہ؛ عابدوں کے اوصاف؛ اور اسلامی ذرائع وابلاغ سے واقفیت وغیرہ کتابیں نکلی ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد مقالات اور ان کی خودنوشت سوانح یادوں کی امانت تحریکی کارکنوں کے لیے ایک رہنما گائڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔ الدعوة میں ان کے اداریے مصری حکام پر کافی گراں گزرتے تھے، جس کا انہوں نے بارہا اعتراف کیا۔ اسرائیل میں بھی ان کے تلخ مضامین کی بازگشت سنی جاتی تھی، وہاں کے حکام بھی ان کی چبھتی تنقیدوں اور تحریکی سرگرمیوں سے نالاں تھے۔ مگر کوئی دھمکی یا معاوضوں کی پیشکش عمر تلمسانی کو حق بات کہنے سے نہ روک سکی۔ انھیں 1936 میں سرکاری وکیل بننے اور پھر عدلیہ میں ایک اعلیٰ عہدے کی پیشکش بھی ہوئی۔ لیکن آسائش اور آزادی میں سے انہوں نے آزادی کو ترجیح دی اور ان عہدوں کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اخوان میں شمولیت کے کچھ ہی سالوں بعد ان کی لیاقت اور کمٹمنٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے حسن البنا نے انھیں اخوان کا نائب مرشد عام بننے کی پیش کش کی۔ لیکن اس پیشکش کو منکسر المزاج عمر قبول نہ کر سکے۔ متعدد دعوتی اسفار پر عمر تلمسانی امام حسن البنا کے ہم سفر رہے۔ حسن البنا کے بعد اخوان المسلمون کے دور آزمائش میں عمر تلمسانی نے اخوان کو مجتمع رکھنے میں اہم رول ادا کیا اور مرشد عام ثانی حسن الہضیبی کے دست وبازو بنے رہے۔

تعذیب و استقامت: مصر کے انقلاب سے پہلے 1948 میں عمر تلمسانی کو الھایکتسب کے

بدنام زمانہ جیل خانہ بھیج دیا گیا لیکن عشق کے مراحل تو ہنوز پیش آنے باقی تھے۔ انقلاب کے بعد جب ناصر نے اخوان کو دھوکہ دیا تو فروری 1954 میں عمر تلمسانی کو بھی قید تنہائی میں ڈال دیا گیا۔ تعذیب وایذا کے ایسے ایسے ریکارڈ قائم کیے گئے کہ انسانیت شرمسار ہوگئی۔ انھیں جرمِ حق پرستی کی سزا 15 سال قید بامشقت سنائی گئی۔ ان سالوں میں انھیں سجن مصر، بنی سویف، الواحات، المحاریق، اسیوط، قنا اور لیمان طرہ جیسی خطرناک دوزخوں (جیلوں) میں رکھا گیا۔ لیمان طرہ میں ہی ان کی قید کے 15 سال پورے ہوگئے مگر ایسے ''خطرناک دہشت گرد'' کو حکومت رہا کرنے پر آمادہ نہ ہوئی اور بغیر کسی قانونی کارروائی کے انھیں دو سال مزید جیل میں کاٹنے پڑے۔ مگر یہ تعذیب ہی واحد آزمائش نہیں تھی۔ ناصر نے ستمبر 1954 میں انھیں بلایا اور مرشد عام حسن الہضیبی کے معزولی کے کاغذات پر ان سے دستخط لینے چاہے۔ رہائی اور اعزاز اس کی قیمت قرار پائی۔ مگر جو شخص اپنی جان و مال جنت کے عوض پہلے ہی فروخت کر چکا ہو، وہ ان معمولی پیش کشوں کو کیا خاطر میں لاتا؟ انکار کر کے عمر تلمسانی نے گالیوں اور کوڑوں کی برسات، جسمانی و ذہنی اذیتیں تو گوارا کر لیں مگر حق کا سودا نہ کر سکے۔ عمر تلمسانی کے بڑے بھائی بھی جب جیل میں ان سے ملنے آئے تو ناصحانہ انداز میں حکومت کی تائید کر کے آزمائشوں سے گلوخلاصی حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ اس بطل جلیل نے اپنے بڑے بھائی کے جذبات کے لیے شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ کہہ دیا کہ ''**بھائی جان! اگر آپ ایسی باتیں کریں گے تو میں آئندہ آپ سے ملاقات نہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔**'' جون 1971 میں بالآخر عمر تلمسانی قید و بند کی ان آزمائشوں سے سرخرو نمودار ہوئے۔

تحریک کی قیادت: 1973 میں حسن الہضیبی انتقال فرما گئے۔ اخوان نے قیادت کی ذمہ داری عمر تلمسانی کے تجربہ کار کندھوں پر ڈال دی۔ تلمسانی رکاوٹوں سے خوفزدہ ہو کر بیٹھ رہنے کی روش کے خلاف تھے وہ سیل رواں کی طرح اپنا راستہ آپ بناتے چلے جانے کے قائل تھے۔

بطور مرشد عام عمر تلمسانی نے یورپ امریکہ وایشیا کے کئی سفر کیے۔ 1979 میں انھیں ایک سیمینار میں بلایا گیا جہاں صدر مملکت انور سادات نے اپنی تقریر میں اخوان پر جرم کے اتہامات لگائے، انتہائی فحش زبان میں سب وشتم کی انتہا کر دی۔ سامعین کی پہلی صف میں موجود عمر تلمسانی کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور انھوں نے وہیں سے اٹھ کر منتظمین سے اس کا جواب دینے کی اجازت طلب کی جو ٹال مٹول کے بعد

مل گئی۔ بس پھر کیا تھا وہیں کھڑے کھڑے انھوں نے اس کمال فصاحت و بلاغت اور مدلل انداز سے اخوان کا دفاع کیا کہ سننے والے عش عش کر اٹھے۔ سادات اور تلمسانی کی زبان کے فرق کو بھی واضح طور پر محسوس کیا گیا۔ ان کی تقریر کا اثر یہاں تک ہوا کہ خود سادات نے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے معذرت چاہی۔

ستمبر 1981 کو ایک بار پھر ظلم کی آندھی چلی اور مختلف پارٹیوں بشمول اخوان المسلمون کے ارکان کو نذر زنداں کر دیا گیا، عمر تلمسانی نے ایک بار پھر سنت یوسفی ادا کی۔ 22 مئی 1986 کو عمر تلمسانی نے اس جہان فانی کو الوداع کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

آمین!